تدبیرِ عالم

سید وصی مظہر ندوی

ہمارا مشاہدہ ہے کہ سورج کی حرارت کے اثر سے سمندر کا پانی بھاپ بن جاتا ہے۔ بھاپ ہلکی ہونے کی وجہ سے اوپر جا کر بادل کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ بادل ہواؤں کے دوش پر تیرتا ہے۔ جب یہ ہوائیں کسی پہاڑ سے ٹکرا کر بلند ہوتی ہیں تو بادل بھی بلند ہو کر ٹھنڈے خطے میں پہنچ جاتا ہے اور پانی بن کر زمین پر برستا ہے یا پہاڑوں پر برف بن کر برستا ہے۔ برف کا یہ ذخیرہ پگھل کر پہاڑوں کی تازہ مٹی کے ساتھ میدانوں میں بہتے ہوئے دریاؤں کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور دریاؤں کا سیلاب میدانوں میں تازہ مٹی بچھا دیتا ہے۔ اوپر سے بارش زمین کا کھارا اپنے ساتھ بہا کر دریا میں پہنچا دیتی ہے اور دریا بالآخر سمندر میں جا گرتا ہے۔ اس طرح سمندر کے کھارے پن میں' جبکہ زمین کی زرخیزی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور انسانوں اور حیوانات کی غذائی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ یہ تو کائنات کے صرف ایک چکر کا حال ہے جس کی بہت سی تفصیلات بھی ہم نے اختصار کی غرض سے بیان نہیں کیں۔

اسی طرح کا ایک چکر وہ ہے جس کے تحت زمین ایک طرف کو جھکی جھکی خود اپنے محور پر گھومتی ہوئی ۲۴ گھنٹے میں اپنا ایک چکر مکمل کر لیتی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ زمین بیضوی شکل میں سورج کے گرد ایک لمبا چکر بھی لگاتی ہے مگر یہ ۳۶۳ سے زائد دنوں میں مکمل ہوتا ہے۔ پہلی گردش سے دن رات کی آمد و شد ہوتی ہے اور دوسری گردش سے موسم تبدیل ہوتے ہیں' سردی' گرمی' خزاں اور بہار نمودار ہوتے ہیں۔ دنیا میں ہم اسی طرح کے بے شمار چکروں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ مثلاً بیج سے درخت' درخت سے بیج' انڈے سے مرغی اور مرغی سے انڈا وغیرہ۔

مگران بڑے بڑے چکروں کو ایک طرف رکھئے' ذرا ایک ''چھوٹے میاں'' کا کارنامہ تو دیکھئے۔ ان حضرت کو ذرّہ (ایٹم) کہتے ہیں۔ چھوٹے اتنے کہ ہم اپنی آنکھ سے ان کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔ مگر اتنے چھوٹے ہوتے ہوئے بھی اپنے اندر ایک پورا جہاں سمیٹے ہوئے ہیں۔ ان کا ایک ''مرکزہ'' (جسے دل کہہ لیجئے) ہوتا ہے اور اس مرکزے کے گرد کچھ برق پارے تیزی سے گھومتے ہیں۔ ہر عنصر میں برق پاروں کی تعداد جدا جدا ہے۔ یہ برق پارے بھاگنا چاہتے ہیں مگر ''مرکزہ'' (دل) بھلا کب انہیں بھاگنے دیتا ہے۔ ہاں! ایٹم بم اسی طرح سے تو بنتا ہے۔ بس مرکزے کی گرفت سے اس کے گرد گھومنے والے برق پارے آزاد ہو جاتے ہیں اور تباہی کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

پھر ہمارے اپنے جسم میں کتنے چکر ہیں۔ غذاؤں کے جزوِ بدن بننے کا چکر' دورانِ خون کا چکر' حواسِ خمسہ کی معلومات کو دماغ تک پہنچانے اور دماغ کی ہدایات کو مختلف اعضاء تک پہنچانے والے وہ تارِ برقی جو پورے جسم میں بچھے ہوئے ہیں' ان میں سے ہر عمل ایک نہایت دقیق چکر ہے۔

ان تمام چکروں کو جب ہمارے علوم طبیعی کے ماہرین اور سائنس دانوں نے دیکھا جو یورپ کے جاہل پادریوں کی ضد میں کسی ''مدبّر عالم'' کو نہ ماننے کا فیصلہ پہلے سے کر چکے تھے تو ان کا دماغ چکرا کر رہ گیا۔ چنانچہ وہ سوچ سوچ کر یہ دور کی کوڑی لائے کہ ہم لوگ یہ جو مادّہ دیکھ رہے ہیں نا! اس مادّے کے اندر بہت مدت قبل ایک دفعہ ایک زوردار دھماکہ ہوا تھا۔ ہوا کیسے' یہ تو پتہ نہیں' مگر اس کے نتیجے میں اس بے جان مادّے میں یہ چکر شروع ہو گئے۔ اور ایک چکر کے دندانوں میں پھنس کر دوسرا چکر' دوسرے سے تیسرا اور اسی طرح یہ چکر لامتناہی صورت اختیار کر گئے۔ جیسے گھڑی کی ایک معمولی حرکت سے اس کا ایک پرزہ دوسرے پرزے کی حرکت سے حرکت کرنے لگتا ہے۔

اب سائنس دانوں کا یہ نظریہ ہے تو نظریہ ہی' کسی لیبارٹری میں تجربہ شدہ حقیقت نہیں۔ لیکن سائنس دانوں کو یہ نظریہ بہت پسند ہے' کیونکہ اس سے کسی ''خالقِ کائنات

اور مدبّرِ عالم' کو ماننے کے عقیدے سے گویا جان چھوٹ جاتی ہے اور قرونِ وسطیٰ کے جاہل پادریوں نے سائنسی ارتقاء کے خلاف جو محاذ آرائی کی تھی اس سے انتقام کی پیاس کو تسکین مل جاتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام اور مسلم علماء کبھی بھی علمی، عقلی اور سائنسی ترقی کے دشمن نہیں رہے اس لئے سائنس اور مذہب کے درمیان دشمنی کی یہ فضا مشرق میں پیدا نہ ہوسکی جو یورپ اور مغربی دنیا پر چھائی ہوئی ہے۔ بلکہ دینی علوم میں اجتہادی بصیرت رکھنے والے تاریخ، کیمیا (کیمسٹری)، طبیعیات (فزکس) وغیرہ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ اب سے تین سو سال قبل شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نظامِ کائنات کے بارے میں اپنے دَور کی سائنسی معلومات پر قرآن حکیم کی روشنی میں غور کر کے تخلیق و تدبیرِ عالم کے جو اصول بیان کئے ہیں وہ جہاں عقل اور تجربے کی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں وہیں قرآن حکیم سے بھی ان کی مکمل تائید ہوتی ہے۔

شاہ صاحبؒ نے واضح کیا ہے کہ اس کائنات کا نظام خود کار مشینی نظام نہیں، بلکہ اس کا ایک خالق اور مدبّر ہے جو کمالِ علم و قدرت اور زبردست حکمت کے ساتھ اپنے محکم قوانین کے مطابق اس عالم کا نظام چلا رہا ہے۔ اپنی مایۂ ناز تحقیقی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے مختلف ابواب میں انہوں نے تدبیرِ عالم کے جو قوانین بیان کئے ہیں ہم ان کو ایک ترتیب کے ساتھ یہاں ایک جگہ بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

تدبیرِ عالم کے بنیادی قوانین

قرآن حکیم کی تعلیمات سے جن کی تصدیق مشاہدے سے بھی ہوتی ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنات کا وجود اور اس کے اندر رونما ہونے والے واقعات و حوادث درج ذیل اسباب سے رونما ہوتے ہیں:

۱) عناصر اور موجودات کے وہ خواص جو اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر ودیعت کئے ہیں، علمِ طبیعیات (فزکس) میں ان ہی خواص کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں عناصر کے ان اثرات کی تصدیق جگہ جگہ موجود ہے۔

۲) عناصر سے مرکب مختلف انواع کے خواص سے، مثلاً عناصر کا جو مرکب شیر

(Lion) بنتا ہے اس کی جسمانی ساخت' اس کی غذائی ضروریات اور اس کے مزاجی رجحانات سب شیر کی نوع کے مطابق ہوتے ہیں۔ اسی طرح دیگر انواع مثلاً ہرن' بلی' چوہا' سانپ اور نیولہ یا انسان ہیں۔ حیوانات کے علاوہ نباتات کی مختلف انواع اور جمادات اور معدنیات کی مختلف اقسام کے خواص کا یہی حال ہے۔ چنانچہ عناصر کے کسی مرکب کے بارے میں یہ فیصلہ کہ وہ مثلاً کھجور بنے' ان معاملات کا بھی فیصلہ کر دیتا ہے کہ اس کا درخت' اس کے پتے' اس کے پھول اور اس کے پھل ان خصوصیات کے حامل ہوں گے جو کھجور کی نوع کے ساتھ مخصوص ہیں۔

٣) دورِ حاضر میں حیوانی و نباتی جینز (genes) کے بارے میں جو تحقیقات ہوئی ہیں ان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر جین کے اندر نہ صرف نوعی خصوصیات بلکہ ہر فرد کی خصوصیات کا بھی مکمل خاکہ موجود ہوتا ہے' حتیٰ کہ کسی فرد کا ایک جین لے کر اگر اس کو قدرت کے تخلیقی نظام سے گزارا جائے تو اس سے اس فرد کی ہو بہو نقل تیار ہو جائے گی جس طرح کسی تحریر کی فوٹو کاپی ہوتی ہے۔ چنانچہ متعدد جانوروں کی کلون تیار بھی کی جا چکی ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم کی ایک متفق علیہ حدیث میں آیا ہے کہ رحم مادر میں بچے کی تخلیق کا عمل ابھی جاری ہی ہوتا ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ ہر بچے کے بارے میں یہ باتیں آ کر لکھ دیتا ہے:

ا) اس کو دنیا میں کتنی مہلت عمل دی جائے گی۔

ب) وہ اس مہلت میں کس کردار کا مظاہرہ کرے گا۔

ج) وہ کامیاب اور خوش بخت ہو گا یا ناکام اور بدقسمت۔

د) اس کو کتنا رزق عطا کیا جائے گا۔

مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے:

''ہر چیز (ٹھیک ٹھیک) منصوبے (تقدیر) کے مطابق ہوتی ہے' حتیٰ کہ کسی شخص کا نااہل اور نادان ہونا یا دانا اور باصلاحیت ہونا''۔

٤) مختلف مفرد عناصر کے باہم ملنے سے مخصوص اثرات اور خواص رکھنے والے

کچھ دوسرے مرکبات کا پیدا ہو جانا۔ مثلاً بھاپ' مختلف قسم کی گیسیں' مختلف معدنیات' نباتات' حیوانات اور دیگر تمام مخلوقات...... جن کی بناوٹ میں ایک سے زیادہ عناصر شامل ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں فرعون کے سامنے حضرت موسیٰؑ کے خطاب کو بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَھْدًا وَّسَلَکَ لَکُمْ فِیْھَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِہٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی ۞ کُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّھٰی ۞ مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْھَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْھَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی ۞﴾ (طٰہٰ:۵۳۔۵۵)

''(ہمارا رب وہ ہے) جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش بچھایا' اور اس میں تمہارے چلنے کو راستے بنائے' اور آسمان سے پانی برسایا' پھر ہم نے اس سے نباتات کے مختلف جوڑے اگا دیئے۔ تم (بھی) کھاؤ اور اپنے مال مویشی بھی چراؤ۔ اس میں عقل والوں کے لئے یقیناً بڑی نشانیاں ہیں۔ ہم نے تم کو اسی (زمین) سے پیدا کیا ہے' پھر ہم تم کو اسی میں واپس لوٹائیں گے اور اسی سے تم کو ایک بار پھر باہر لائیں گے''۔

یہ چاروں اسباب جن کو بالاختصار اوپر بیان کیا گیا ہے ایسے اسباب ہیں جو ہمارے تجربے اور مشاہدے سے گزرتے ہیں۔ ان اسباب کا وجود میں آنا اور اپنے اپنے خواص و اثرات کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ کی دو صفات کے تحت ہے:

(اوّل) ابداع: یعنی کسی مادّے کے بغیر کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (البقرۃ:۱۱۷)

''(وہ) آسمانوں اور زمین کا موجد ہے''۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے:

((کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ))

''اللہ اس وقت بھی موجود تھا جب کچھ اور (موجود) نہ تھا''۔

(دوم) خلق: دوسری صفت خلق ہے' یعنی موجود مادّے کے ذریعہ کسی چیز کو وجود

میں لانا۔ صفت خلق کا مشاہدہ تو ہر شخص ہمہ وقت کر رہا ہے۔ ہم تو ابداع اور خلق دونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اسی پر یقین رکھتے ہیں۔

تاہم تھوڑی دیر کے لئے اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ مادے کے اندر آغازِ کائنات میں جو مفروضہ زوردار دھماکہ ہوا تھا' اس کی وجہ سے مادّے نے یہ سب شکلیں خود بخود اختیار کر لیں' تو بھی بے شمار سوالات لاینحل رہ جاتے ہیں۔ مثلاً:

۱) زمین سورج سے موجودہ فاصلے پر رہ کر ہی کیوں سورج کے گرد گھوم رہی ہے؟ کہ سورج کی اتنی ہی حرارت کرۂ ارض کو ملے جتنی حرارت سے یہاں کا کاروبارِ حیات چل رہا ہے۔ ذرا فاصلہ زیادہ ہو جاتا تو زمین پر برف ہی برف ہوتی' یا ذرا فاصلہ کم ہو جاتا تو زمین کی ہر چیز جل بھن جاتی ہے اور دونوں صورتوں میں یہاں زندگی ناممکن ہو جاتی۔

۲) زمین اپنے محور پر ۲۷ ڈگری ہی جھکے جھکے کیوں گردش کر رہی ہے۔ اگر جھکاؤ کچھ زیادہ یا کچھ کم ہوتا ہے تو رات و دن کی آمد و شد کا نظام یہ نہ ہوتا جو اس وقت ہے اور جو نظام کرۂ ارض پر بقائے حیات کا وسیلہ ہے۔

۳) زمین سورج کے گرد جس بیضوی دائرے میں گھوم رہی ہے اس دائرے کی شکل اور وسعت میں کچھ کمی یا زیادتی کیوں نہ ہوگئی کہ موسموں کا موجودہ تغیر جو زندگی کے ساتھ سازگار ہے وہ نہ ہوتا۔

۴) اور سب سے اہم سوال یہ کہ زندگی اور حکمت و دانائی جو خود مادّے میں موجود نہیں وہ مادّے سے پیدا ہونے والی مخلوق کو کہاں سے مل گئیں؟

یہ چند بڑے بڑے سوالات تو ہم نے بطور مثال بیان کئے ہیں۔ ورنہ یہاں تو قدم قدم پر اسی طرح کے بے شمار سوالات پیدا ہوتے ہیں' جن سوالات میں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ ان عناصر اور موجودات میں یہ ہم آہنگی کیسے پیدا ہوگئی ہے جس کا ہمہ وقت ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے قرآن حکیم کی روشنی میں واضح کیا ہے کہ یہ ہم آہنگی اسی

''مدبّر عالم'' کی منصوبہ بندی اور تدبیر کا نتیجہ ہے جو اس کائنات کا موجد اور خالق ہے۔
سورۃ الزمر میں اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کی پردہ کشائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۞ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۞﴾ (آیات:۵'۶)

''اس نے آسمانوں اور زمین کو ایک معین مقصد کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو خدمت میں لگا دیا ہے۔ سب ایک مقررہ مدت کے لئے سرگرم ہیں۔ سنو! وہی غالب اور (غلطیوں) کی بہت پردہ پوشی کرنے والا ہے۔ تم کو اس نے ایک ہی متنفّس سے پیدا کیا' پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور تمہارے لئے چوپاؤں میں سے آٹھ جوڑے بنائے۔ تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین تاریکیوں (پردوں) کے اندر وہ تم کو ایک بناوٹ کے بعد دوسری بناوٹ میں تخلیق کرتا ہے۔ یہی اللہ تو تمہارا ربّ (مالک' پروردگار) ہے۔ اسی کے لئے (اس کائنات کی) بادشاہی ہے' اس کے علاوہ کوئی اللہ (معبود' اختیار و اقتدار کا مالک) نہیں' پھر تم کو کس طرف پھیرا جا رہا ہے؟

سورۃ الشوریٰ کی آیات ۴۹' ۵۰ میں ارشاد ہوا ہے کہ:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۞ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۞﴾

''اللہ تعالیٰ (کردار و اخلاق کی آزمائش کے لئے) کسی انسانی جوڑے کو لڑکیاں ہی لڑکیاں' کسی جوڑے کو لڑکے ہی لڑکے اور کسی کو لڑکیاں اور لڑکے دونوں ہی عطا کرتا ہے اور جس جوڑے کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے' بے شک

وہ علم والا' قدرت والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا یہ تخلیقی عمل اسی طرح زمانۂ ماقبل تاریخ سے چلا آ رہا ہے لیکن اس میں اس کی منصوبہ بندی کی شان پوری طرح جلوہ گر ہے۔ چنانچہ دنیا کے کسی بھی خطے اور کسی بھی قوم کے اندر مَردوں اور عورتوں کی تعداد میں کبھی اتنا زیادہ عدم تناسب نہیں رونما ہوا کہ ان کے باہمی جوڑے سرے سے نہ بن سکیں اور معاشرہ انتشار کا شکار ہو جائے۔

پھر اس مدبّر عالم نے مخلوق کے ساتھ اپنی رحمت وشفقت کے تقاضے کے مطابق تدبیرِ عالم کے لئے کچھ اصول مقرر فرما لئے ہیں جن کے مطابق کمالِ حکمت کے ساتھ وہ اس کائنات کا نظم چلا رہا ہے۔ ان اصولوں میں سے بعض اصول' جو ہماری فہم کی گرفت میں آسکتے ہیں اور جو قرآن حکیم میں بیان فرما دیئے گئے ہیں' ان اصولوں کو ہم شاہ ولی اللہؒ کی تشریح کی روشنی میں یہاں بیان کر رہے ہیں:

۱) ان میں سے پہلا اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام عناصر میں جو اثرات و خواص رکھے ہیں وہ ان سے جدا نہ ہوں۔ آگ کا کام جلانا ہے تو وہ ہمیشہ یہ کام کرے۔ پانی سے ہمیشہ برودت ورطوبت پیدا ہو' وہ بلندی سے پستی کی طرف رواں ہو' اپنی سطح برابر رکھے اور جس برتن یا جگہ پر ہو وہی شکل اختیار کر لے۔

اسی طرح مخلوقات کی مختلف انواع اور اقسام میں جو خصوصیات رکھی ہیں وہ ان میں موجود رہیں۔ درندے گوشت کھائیں' چوپائے گھاس سے بھوک مٹائیں' پرندے ہواؤں میں اڑیں' مچھلیاں پانی میں تیریں اور اپنے لئے آکسیجن پانی سے حاصل کریں۔ انسان سیدھا کھڑا ہو' اپنے ہاتھوں کو آزادانہ استعمال کرے' بول چال کی قدرت رکھتا ہو اور معلومات کو جمع کر کے اِن سے غیر معلوم کا علم حاصل کر لے۔

۲) دوسرا اصول یہ ہے کہ ان عناصر اور موجودات میں ظاہری تصادم اور ٹکراؤ کے نتیجے میں ان کے درمیان ایسی ہم آہنگی اور توافق پیدا ہو جائے جس سے کائنات کا نظام نہ صرف قائم رہے بلکہ ترقی اور بہتری کی جانب رواں دواں رہے۔ چنانچہ دھوپ کی حرارت اور پانی کی برودت اور رطوبت کے باہمی ظاہری ٹکراؤ سے بھاپ وجود

میں آ جائے جو بادلوں اور بارش کی شکل اختیار کر کے روئے زمین میں زندگی اور روئیدگی کا ذریعہ بنے۔ اس طرح دنیا میں مجموعی طور پر نفع بخش اشیاء کو باقی رکھا جائے اور جو اشیاء افادیت سے خالی ہوں یا نقصان دہ ہوں ان کو مٹا دیا جائے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ﴾ (الرعد:۱۷)

''اور جو چیز انسانوں کے لئے فائدہ مند ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتی ہے' رہا جھاگ تو وہ خشک ہو کر مٹ جاتا ہے''۔

قرآنی اصول کے مطابق تنازع للبقاء (Struggle for Existence) نہیں بلکہ توافق للبقاء (Hormony for Existence) اور بقائے اصلح (Survival of the fittest) نہیں بلکہ بقائے انفع کے قانون کائنات میں سرگرمِ عمل ہیں۔

۳) مذکورہ بالا اصول صرف کرۂ ارض میں ہی نہیں بلکہ پوری کائنات میں کارفرما ہیں۔ چنانچہ سورج اور چاند اور زمین کی دونوں گردشیں سب ان ہی اصولوں پر عمل پیرا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ (النحل:۱۲)

''اور اس نے خدمت میں لگا دیا ہے رات اور دن کو اور شمس و قمر کو' اور ستارے بھی اس کے حکم سے خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ بے شک اس میں سمجھنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔''

۴) انسان کا طبعی وجود بھی انہی قوانین کا پابند ہے جن کی پابندی دنیا کی دیگر تمام مخلوقات' نباتات اور حیوانات کر رہے ہیں۔

تاہم انسان دیگر تمام مخلوقات سے اپنی عقلی اور فکری صلاحیت کی بنیاد پر کچھ الگ قوانین کا پابند ہے۔ اس کی اس عقلی صلاحیت کو شاہ ولی اللہؒ اسلامی تعلیمات کی روشنی

میں روحِ مَلکوتی کہتے ہیں جو اس حیوانی عقل سے بہت مختلف اور برتر ہے جس کا مشاہدہ حیوانات کے اعمال میں کیا جاتا ہے۔ جہاں تک حیوانی عقل کا تعلق ہے اس کے تحت انسان بھی دیگر حیوانات کی طرح اپنی جسمانی ضروریات کے لئے مناسب غذا' موسمی حالات سے بچنے کے لئے مناسب پناہ گاہ' دشمنوں سے بچنے کے لئے مناسب دفاع اور اپنی نسل کی بقا کے لئے جنسی مطالبہ کو پورا کرتا ہے۔

تاہم انسان کے اندر جو روحِ مَلکوتی موجود ہے اس کے تقاضے دیگر حیوانات کے تقاضوں سے یکسر مختلف ہیں۔ ان تقاضوں میں ایک تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال میں خیر و شر کی تمیز قائم کرتا ہے۔ اس تمیز کے مطابق وہ ایک طرف اپنے معاشرے میں ایسے ضوابط جاری کرتا ہے جن کے تحت اچھے کام کرنے والے کو انعام اور برے کام کرنے والے کو سزا مل سکے۔ نیز جن اعمال پر وہ اپنے ضوابط کے تحت جزا اور سزا نہیں دے پاتا ان کے بارے میں توقع کرتا ہے کہ ان پر بھی کسی نہ کسی طرح کی جزا اور سزا ملے۔ پھر اس کی توقع کے مطابق کچھ انفرادی معاملات میں اور اکثر اجتماعی اعمال کی جزا اور سزا کا ظہور بھی ہوتا ہے۔ تاہم بہت سے اچھے کاموں پر انعام' اسی طرح برے کاموں پر سزا' انسان کی توقع کے مطابق نظر نہیں آتی بلکہ بعض وقت تو نتائج توقع کے بالکل برعکس ظاہر ہوتے ہیں۔

۵) اس مشاہدے سے دنیا میں ہونے والے حالات و واقعات کے ظہور کا پانچواں اصول یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعمالِ خیر اور اعمالِ شر کے اثرات و نتائج جزا اور سزا کی صورت میں ظاہر ہوں۔ اور اگر بعض صورتوں میں فوری طور پر ایسا نہ ہو سکے تو کچھ مدّت گزر جانے کے بعد حتیٰ کہ انسانی زندگی کے خاتمے کے بعد ان نتائج کو انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق ضرور ظاہر ہونا چاہئے۔

ان پانچ اصولوں میں سے پہلے چار اصول تو سائنس دانوں اور مادّہ پرستانہ فکر رکھنے والوں کے نزدیک بھی مسلّم ہیں' البتہ پانچواں اصول جو اگرچہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے اور تجربات سے ثابت شدہ ہے مگر ''مذہب دشمنی'' کے تحت اسے یہ لوگ کم از

کم زبان سے ماننے پر آمادہ نہیں۔

اسباب میں تصادم اور تدبیر عالم کے تقاضے

مذکورہ بالا اصول وقوانین کے تحت نظامِ عالم بغیر کسی خلل کے رواں دواں ہے۔ ان اصولوں اور قوانین کے بے لاگ اور بے لچک عمل ہی کو دیکھ کر مادّہ پرستوں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ کائنات ایک خود کار نظام کے مطابق کام کر رہی ہے' چنانچہ اس کو چلانے کے لئے کسی مدبّر کی ضرورت نہیں' بس مادّے میں ایک بار جو حرکت پیدا ہوئی اس حرکت نے اس پوری مشین کو متحرک کر دیا اور اب سارے واقعات وحوادث اور تمام موجودات اسی مشینی حرکت سے رونما ہو رہے ہیں۔

جبکہ قرآن حکیم نے متعدد آیات میں واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام عناصر کو ان کے خواص کے ساتھ نہ صرف پیدا کیا بلکہ ان عناصر اور ان کے خواص کو اپنے منصوبوں کے لئے اپنے ارادہ واختیار کے ساتھ استعمال بھی کر رہا ہے' کیونکہ وہ صرف خالق نہیں بلکہ مدبّر بھی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ﴾ (القصص:٦٨)

''اور تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (اس پیدا کرنے میں) انتخاب کرتا ہے۔ (انتخاب کا یہ) اختیار ان کو حاصل نہیں۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۝﴾ (السجدة:٥)

''وہ آسمان (اوپر) سے زمین (نیچے) تک نظم کا منصوبہ جاری کرتا ہے پھر اسی کی طرف یہ منصوبہ واپس جاتا ہے اور یہ سارا کام ایک دن میں مکمل ہوتا ہے جو دن تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔''

اس تدبیر اور منصوبہ بندی کے بے شمار نمونوں کا تذکرہ قرآن حکیم میں موجود ہے۔ تاہم ان نمونوں کے بیان میں اس دور کی معلومات ہی سے استفادہ کیا گیا ہے تاکہ سامعین اور مخاطبین بات کو سمجھ سکیں۔ پھر بھی ان میں کوئی ایسی بات نہیں کہی گئی ہے

جو آج تک کے کسی سائنسی تجربے سے متصادم ہو۔

اختصار کے تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم یہاں صرف ایک قرآنی نمونہ پیش کر رہے ہیں جس کا ذکر سورۃ الشوریٰ کی آیت ۴۹ اور ۵۰ میں ہے۔ ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے تخلیقی انتخاب کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دنیا میں آزمائش کے جس مقصد سے بھیجا ہے اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ انتخابِ تخلیق کے تحت کس طرح خود فیصلے فرماتا ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۞ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۞﴾

''اللہ کے لئے آسمانوں اور زمین کی پادشاہی ہے' جس چیز کا انتخاب کرتا ہے اسے پیدا کرتا ہے' (چنانچہ) جس کو چاہتا ہے لڑکیاں ہی لڑکیاں عطا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکے ہی لڑکے دے دیتا ہے' یا لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہی عطا فرما دیتا ہے' اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے بیشک وہ علم بھی رکھتا ہے اور قدرت بھی''۔

ظاہر ہے کہ انسان کے کس جوڑے کو کیا دے کر اور کیا نہ دے کر آزمانا ہے اس کا فیصلہ اللہ کا وہ علم ہی کر سکتا ہے جو ماضی حال اور مستقبل کے ہر معاملہ پر محیط ہے اور جو اپنے علم کے مطابق تخلیق کرنے پر پوری قدرت بھی رکھتا ہے۔ بے شک وہ علیم وقدیر ہے۔

تاہم اس سلسلہ میں سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ جب سے انسانی تاریخ کا علم حاصل ہے اس وقت سے آج تک ایسی کوئی مثال نہیں کہ اس تخلیقی رنگارنگی کے نتیجہ میں مردوں اور عورتوں کی عددی نسبت کے اندر کسی قوم یا ملک میں کبھی اتنا عدم توازن پیدا ہو گیا ہو جس کی وجہ سے مردوں اور عورتوں کے جوڑے بننے میں غیر معمولی مشکلات پیدا ہو جائیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ قدرت رکھنے کے ساتھ علم بھی رکھتا ہے۔ چنانچہ اس کی قدرت سے جو تخلیق ہوتی ہے وہ اس کے علم کی روشنی میں تیار ہونے والے منصوبے کے عین مطابق ہوتی ہے۔ چنانچہ کبھی بھی غیر معمولی عدم توازن پیدا نہیں ہوا' ورنہ اگر لڑکیوں

اور لڑکوں کی پیدائش کا دار و مدار محض بخت و اتفاق پر ہوتا تو تاریخ میں کبھی تو کسی علاقے میں یہ ہوتا کہ ایک مرد کے پیچھے مثلاً پچاس عورتیں ہوتیں یا اس کے برعکس صورتِ حال رونما ہو جاتی۔ کیا تدبیرِ عالم کے ثبوت کے لئے یہی ایک مشاہدہ کافی نہیں؟

آیئے اب ہم اپنے دور کے چند واقعات پر غور کریں کہ کس طرح اللہ کی تدبیر و حکمت سے تمام تخلیقی منصوبے مکمل ہو رہے ہیں:

۱) پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی کی آبادی قیام پاکستان سے قبل اڑھائی لاکھ نفوس پر مشتمل تھی۔ اس آبادی میں ایندھن کی گھریلو اور صنعتی ضروریات سندھ کے جنگلات کی لکڑی اور کوئلے یا بلوچستان وغیرہ باہر سے آئے ہوئے معدنی کوئلے سے پوری ہوتی تھیں، مگر قیامِ پاکستان کے بعد جب اس آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا اور یہ ایک کروڑ تک پہنچنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے زمین کی تہوں میں لاکھوں برس سے مخفی گیس کے اس خزانے کا سراغ دے دیا جو پاکستان کی نوزائیدہ مملکت کے لئے قدرت نے چھپا رکھا تھا۔

۲) اب سے چند صدیوں قبل معاشرتی مسائل کے بعض ماہرین نے جب یہ دیکھا کہ انسانی آبادی میں ضرب (multiplication) کے اصول پر جو اضافہ ہو رہا ہے اگر بلا روک ٹوک یہ اسی طرح بڑھتا رہا تو وسائل رزق اس آبادی کے لئے کافی نہ ہوں گے، کیونکہ وسائل رزق میں جو اضافہ ہو بھی رہا ہے وہ ضرب کے اصول پر نہیں، بلکہ یہ محدود اضافہ سابقہ مقدار میں صرف جمع (addition) ہوتا ہے، لہٰذا انسانوں کو ضبط تولید پر عمل کرنا چاہئے تا کہ آبادی کا سائز اور غذائی پیداوار میں مطابقت باقی رہے اور انسانوں کی آبادی کو فاقہ کشی یا جنگوں اور وباؤں سے کم کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ لیکن ان حساب لگانے والوں کو یہ علم نہ تھا کہ مشینی زراعت اور مصنوعی کھاد کے استعمال سے نیز جینیٹک انجینئرنگ کے ذریعہ غیر معمولی پیداوار دینے والے بیجوں کی تیاری سے غذائی پیداوار میں کتنا زبردست اضافہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ضبطِ تولید کی تحریک پر کئی صدیاں گزر جانے کے باوجود اس تحریک سے آبادی میں اضافہ تو نہ رک

سکا البتہ تدبیرِ الٰہی نے غذائی پیداواروں میں اتنا اضافہ کر دیا ہے کہ آبادی میں غیر معمولی اضافے کے باوجود آج بھی غذائی اجناس اصل ضرورت سے زائد ہیں' اگرچہ انسانوں کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے بعض خطے بھوک کی لعنت میں مبتلا ہیں۔

۳) تخلیقِ دنیا کے وقت سے براعظم امریکہ نہ صرف اپنے تمام معدنی ذخائر اور نباتی پیداواروں کے ساتھ موجود تھا بلکہ ہماری پرانی دنیا اور اس نئی دنیا میں اس وقت آنا جانا بھی ہوتا تھا جب جنوبی افریقہ اور جنوبی امریکہ باہم خشکی کے راستے سے ملے ہوئے تھے۔ اسی طرح انتہائی شمال میں جاپان اور الاسکا کے درمیان خشکی کا راستہ موجود تھا اور سمندر کی طغیانی نے ان دونوں راستوں کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیا تھا۔

مگر پھر تدبیرِ الٰہی نے جب امریکہ کے تمام خزانوں کو سربمہر (Seal) کرنے کا فیصلہ کر لیا تو معلوم دنیا سے اس کا رابطہ کاٹ دیا گیا۔ ہزارہا برس پہلے جو لوگ پرانی دنیا سے امریکہ گئے وہ وہیں پھنس کر رہ گئے۔ ان کی تہذیبی اور تمدنی ترقی بھی منجمد کر دی گئی۔ وہ وحشی جانوروں کے ساتھ انہی کی طرح جنگلوں میں زندگی گزارتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی حکمت اور اس کی منصوبہ بندی کے مطابق وہ وقت آیا جب امریکہ میں قدرت کے خزانوں کی مہر توڑ دی گئی اور مغرب کی طرف سمندر کے راستہ سفر کر کے مشرق میں ہندوستان اور مصالحے کے جزائر تک پہنچنے کی توقع لے کر قسمت آزمانے والا کولمبس بالکل اتفاقاً امریکہ کے ساحل پر پہنچ گیا۔ پھر تو یہاں کے معدنی ذخائر اور زرخیز زمین کی کہانیاں سن سن کر یورپین اقوام میں امریکہ کو آباد کرنے کی ایک دوڑ لگ گئی۔ چنانچہ ترقی کی رفتار تیز کرنے کے لئے یہاں کے وحشی قبائل کو زیر کرنے کے علاوہ شدید موسمی حالات کے مقابلے کے لئے یورپین آبادکار افریقہ سے غلاموں کے جہاز بھر بھر کر لائے تاکہ ان کو پرمشقت کاموں میں بے دریغ استعمال کیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امریکہ کا تاریک براعظم صرف ایک دو صدیوں میں مہذب دنیا کی اس سطح پر پہنچ گیا جس سطح پر یہ مہذب دنیا ہزارہا سال میں پہنچی تھی۔ اور آج تو نوبت یہ آ گئی ہے کہ امریکہ پوری مہذب دنیا کا امام بنا ہوا ہے' اگرچہ ''فیضانِ سماوی'' سے محروم ہونے کے

باعث وہ امامِ ضلالت ہی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے اعوان و انصار کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ۝ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ۝﴾ (القصص: ٤١۔٤٢)

''اور ہم نے ان کو اس طرح کے پیش رو (امام) بنا دیا جو آگ کی طرف (دنیا کو) دعوت دیتے تھے' اور قیامت کے دن وہ کہیں سے کوئی مدد نہ پا سکیں گے۔ اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی' اور قیامت کے دن ان کو انتہائی رسوائی کے مقام پر رکھا جائے گا''۔

یہ اور اسی جیسے بے شمار مشاہدات سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ یہاں کے تمام واقعات و حوادث ایک حکیم اور دانا ہستی کے ارادہ و اختیار کے تحت وجود و ظہور میں آتے ہیں' البتہ تدبیرِ عالم کے لئے اس علیم و قدیر اور حکیم و خبیر ہستی نے کچھ اصول مقرر کر دیئے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے ارادہ و اختیار سے انہی اصولوں کے مطابق عالم کے نظم کو چلا رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ ہمارا علم ناقص اور محدود ہے' اس لئے ہم ان تمام اصولوں کو تو نہیں جانتے جن کے مطابق عالم کا یہ کارخانہ چل رہا ہے۔ ان میں سے محض بعض اصولوں کو ہم جان سکے ہیں جو ہمارے مشاہدے میں آ گئے یا جن کو اللہ تعالیٰ نے خود قرآن حکیم میں بیان فرما دیا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کے افادات کی روشنی میں انہی میں سے کچھ کو ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

جب کائنات کے مختلف اسباب کسی موقع پر جمع ہو جائیں' ہر سبب اپنے تقاضے کو ظاہر کرنا چاہے' لیکن ان تقاضوں کے متضاد ہونے کی وجہ سے بیک وقت سب تقاضوں کا ظہور ممکن نہ ہو' مثلاً تلوار کی دھار کی تیزی کے نتیجے میں گردن کو کٹ جانا چاہئے' مگر جس کی گردن کاٹی جا رہی ہے اس کے مظلوم ہونے یا اس کے ذمے دنیا یا انسانیت کی کوئی بہت بڑی خدمت کے عائد ہونے کا اخلاقی تقاضا یہ ہو کہ اس کی گردن نہ کٹے اور اسے زندگی کی مزید مہلت ملے' تو اس جیسی صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اس سبب

کے اثر کو ظاہر کرنے کا موقع عطا کرتی ہے جو ''مصلحت کلی'' سے ہم آہنگ ہو تاکہ کائنات کا موجودہ نظام اُس وقت تک محکم انداز میں چلتا رہے جب تک اللہ تعالیٰ نے اس کو باقی رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا صورت میں مظلوم کی گردن اگر نہ کٹے یا مصلح شخص پر تلوار کا وار اثر نہ کرے تو اندیشہ یہ ہے کہ لوگوں کا عالم اسباب اوران کے نتائج کے ظہور کے بارے میں وہ اعتماد متزلزل ہو جائے گا جس اعتماد ہی کی بنیاد پر یہاں کا سارا نظام چل رہا ہے۔ لہٰذا کائنات کی ''مصلحت کلی'' کو ترجیح دیتے ہوئے مظلوم اور مصلح شخص کی گردن کٹ جائے گی اور اس کی زندگی کو مصلحت کلی پر قربان کر دیا جائے گا۔

تاہم مصلحت کلی ہی کے تحت کبھی ان مادی اسباب میں:

(ا) قبض یعنی ان کی تاثیر کو سکیٹر کے...... یا

(ب) بسط یعنی ان کے اثر کو پھیلا کر...... یا

(ج) احالے یعنی ان کے اثرات کو یکسر تبدیل کر کے ''مصلحت کلی'' کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

مثلاً سمندر کے شدید طوفانوں کو اور ساتھیوں کی شورش کو ''قبض'' کے ذریعہ اتنا کمزور کر دیا گیا کہ کولمبس بالآخر ساحل تک جا پہنچا تا کہ امریکہ کے محفوظ اور مخفی خزانوں کو دنیا کی ترقی کے لئے بروقت کھول دیا جائے اور کرۂ ارض کے تمام باشندے ان سے مستفید ہو سکیں۔

یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مُکّے کی طاقت کو اتنا پھیلا دیا گیا کہ اس سے قبطی کی موت واقع ہوگئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شاہی محل سے نکل کر مدین میں بھیڑوں کی گلہ بانی' مشکلات میں صبر اور خطرات کا سامنا کرنے کی تربیت ملی۔ یا حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کے ذریعے سے اس دَور کی متمدن دنیا میں توحید کی دعوت پھیلانے کا فیصلہ ہو چکا تھا جن کی اولاد میں حضرت اسماعیلؑ' حضرت اسحاقؑ' حضرت یعقوبؑ' حضرت یوسفؑ' حضرت عیسیٰؑ اور نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی جلیل القدر ہستیاں پیدا ہونے والی تھیں' کو نمرود کی آگ میں جل کر ہلاک ہونے سے بچا لیا گیا اور آگ کے اثر کو یکسر بدل کر اس کو سرد کر دیا گیا۔ چنانچہ وہ مہلک ہونے کے بجائے سلامتی کا گہوارہ بن گئی۔

تدبیر عالم کے سلسلہ میں قبض، بسط اور احالے کی یہ صورتیں غیر ذی روح اشیاء کے ساتھ مخصوص ہیں، لیکن ذی روح اشیاء میں الہام کی مختلف صورتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مداخلت فرماتا ہے۔ چنانچہ اسی مصلحت کے تحت کسی ظالمانہ نظام کے خاتمے اور عادلانہ نظام کے قیام کے لئے الہام کے تحت کچھ لوگ عادلانہ نظام کی پرزور دعوت دینے میں اپنی زندگیاں کھپا دیتے ہیں اور کچھ لوگ جان و مال کی ہر بازی کھیل کر بھی ظالمانہ نظام کو ختم کر دکھاتے ہیں اور نسبتاً زیادہ عادلانہ نظام دنیا میں قائم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ انقلابِ فرانس سے ظالمانہ بادشاہی نظام ختم اور جمہوری طرزِ حکومت کی بنیاد پڑ گئی۔ اس کام میں جن لوگوں نے اپنی جانیں تک قربان کر دیں ان کے سامنے کوئی ذاتی مفاد تو نہ تھا حتیٰ کہ مرنے کے بعد وہ کسی اجر و ثواب کی امید بھی نہیں رکھتے تھے۔ اس آسمانی الہام کے تحت وہ اپنا فرض اسی طرح ادا کرنے میں لگے رہے جس طرح شہد کی مکھی اپنے الہامی فرائض ادا کرنے میں سرگرم رہتی ہے۔

یہ الہام کبھی تو دل میں ایک تیز اور مخفی اشارے کی صورت میں ہوتا ہے، کبھی خواب میں، یا کوئی اور قرینہ دکھا کر یہ الہام ہوتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ اپنے فرشتے کے ذریعہ اپنے کسی بندے پر اسی طرح وحی نزل کرتا ہے جس کے وحی ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہوتی، پھر اللہ کا یہ بندہ اللہ کا پسندیدہ نظامِ شریعت انسانوں کو پہنچاتا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ تدبیر عالم کا پہلا اصول یا پہلی بنیاد ''مصلحت کلی'' ہے جس کی وضاحت ہم نے متعدد مثالوں سے پیش کر دی۔

دوسرا اصول جو تدبیر عالم میں پیش نظر رکھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کائنات میں اصل مقصود نوعِ انسان ہے۔ چنانچہ انسان کے مفاد اور بہتری کو ہر چیز پر ترجیح حاصل ہے۔ زمین کی ہر چیز انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ بڑے بڑے اجرامِ فلکی سب انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح تمام ملکوتی مخلوق کو بھی انسان کے سامنے جھکنے کا حکم دے کر ان کو انسان کے مفاد میں کام کرنے پر لگایا گیا ہے۔

تدبیر عالم کا تیسرا اصول یہ ہے کہ جو افراد اور اقوام اس دنیا کو بنانے اور سنوارنے

کے کام انجام دیں ان کو یہاں با اختیار بنا کر کام کرنے کا موقع دیا جائے اور بگاڑنے والوں کو اصلاح کے لئے ضروری وقت دینے کے بعد اگر وہ بگاڑنے کے عمل سے باز نہ آئیں تو ان کو اختیار و اقتدار سے معزول کر کے دوسرے مقابلتاً بہتر افراد و اقوام کو اختیار واقتدار عطا کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں اس اصول کو بار بار بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً:

﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ (البقرة:۲۵۱)

''اور اگر اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین میں بگاڑ پھیل جاتا' لیکن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں پر بہت فضل کرنے والا ہے''۔

تدبیرِ عالم کے سلسلہ کا چوتھا اصول یہ ہے کہ اگر مادی اسباب کے اثرات کو روکنا مصلحت کلی کے خلاف ہو اور ان اسباب کے اثرات کی وجہ سے خیر و شر کی جزا اور سزا کا ظہور نہ ہو سکے یا خیر کی راہ اختیار کرنے والے کو کوئی چھوٹا یا بڑا نقصان پہنچ جائے اور شر کے علم برداروں کو بظاہر بہت ترقی ہوتی نظر آئے تو یہ اس مادی عالم کا ایک built-in نقص ہے' کیونکہ یہ اصلاً ایک مادی عالم ہے۔ مادی عالم کے اس نقص کو اس کے جوڑے (زوج) یعنی جزا اور سزا کے اس روحانی اور ابدی عالم کے ذریعہ دور کر دیا جائے گا جہاں ہمارے موجودہ مادی قوانین کے بجائے اخلاقی اور روحانی قوانین کی حکمرانی ہوگی۔

اسی طرح دنیا میں بھی تو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات کو جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا ہے' تاکہ ایک کا نقص دوسرا پورا کر دے اور دونوں مل کر اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کریں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ (الذّٰریات:۴۹)

''اور ہم نے تمام چیزوں کو جوڑے جوڑے بنایا تاکہ تم یاد دہانی حاصل کرو (کہ اس مادی عالم کا جوڑا بھی ہے)''۔

اور یہ روحانی عالم اس مادی عالم کے اس built-in نقص کی اسی طرح تلافی کر دے گا

جس طرح ہر جوڑے میں ایک کا نقص دوسرے سے مل کر دور ہو جاتا ہے۔ تدبیرِ عالم کے ان اصولوں پر نظر ڈالئے اور پھر سورۃ الملک کی ابتدائی آیات کی تلاوت کیجئے جن میں ارشاد ہوا ہے:

﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ز وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۞ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۞ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ لا ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۞ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ ۞﴾ (الملک: ۱۔۴)

''بڑی برکت والی ہے وہ ہستی جس کے ہاتھ میں (کائنات کی) بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جس نے موت اور زندگی (کا یہ سلسلہ) اس لئے بنایا کہ تم کو دیکھے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے' وہ غالب ہے (برے کام پر سزا دے سکتا ہے) بہت بخشنے والا (پردہ پوش) بھی ہے (فوراً سزا نہیں دیتا)۔ اس نے سات آسمان تہہ در تہہ بنائے' تم اس رحمان کی تخلیق میں کوئی پہلو نظر انداز ہوتے نہ پاؤ گے۔ تو دوبارہ نگاہ ڈال کر دیکھو کیا تم کو کوئی کمی نظر آتی ہے؟ پھر دوسری بار نگاہ ڈالو تو نگاہ (نقص تلاش کرنے میں) ناکام تھک کر واپس آ جائے گی''۔

—— وصدق اللہ العظیم ——

بانی تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد** مدظلہ کی تالیف

ایجاد و ابداعِ عالم سے عالمی نظامِ خلافت تک

تنزل اور ارتقاء کے مراحل

☆ قیمت: ۲۴ روپے ☆ عمدہ طباعت ☆ صفحات ۶۰

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' لاہور

قرآن اکیڈمی' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501